برادرانِ اہلسنت سے!

اخبار بین حضرات کی نظر سے وہ خبریں گذری ہوں گی جن میں ایام حج کے دوران مکہ معظمہ اور اس کے بعد مدینہ طیبہ میں "ایرانی حجاج" کے جلوسوں کا ذکر ہے۔ خبریں بڑی پریشان کن تھیں اور ابتدائی مرحلہ میں واپس آنے والے حجاج سے بھی حالات کا علم ہوا ——— خبروں کے مطابق "ایرانی حجاج" اور سعودی پولیس میں تصادم بھی ہوا، گرفتاریاں بھی ہوئیں، کئی لوگوں کے زخم بھی آئے اور کئی ایک کو واپس ایران بھی بھیجنا پڑا ——— شاہ ایران کے بعد جو تبدیلیاں ایران میں آئی ہیں ان کے پیش نظر نہ صرف ایران کا بسنے والا ایک طبقہ بلکہ اس طبقہ سے ذہنی مناسبت رکھنے والے دوسرے ممالک کے لوگ بھی عجیب و غریب حرکات کر رہے ہیں ان حرکتوں میں ایک حرکت پاکستان کے دارالسلطنت اسلام آباد میں احتجاجی مظاہرہ اور سیکرٹریٹ کا گھیراؤ اور ایک حرکت سعودی عرب میں عین ایام حج کے دوران کے یہ جلوس ہیں ——— ہمارے یہاں کچھ لوگوں نے صورت حال ایسی بنا رکھی ہے کہ کسی بھی موضوع پر کھل کر کچھ کہنا اور لکھنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے ورنہ ہم کسی قدر تفصیل سے بتاتے کہ ایسی حرکتیں کرنے والوں کا شجرۂ نسب کیا ہے؟ ——— اور جناب رسالتمآب علیہ السلام کے دور کے یہودیوں اور چندے بعد دورِ فاروقی میں مفتوح ہونے والے مجوسیوں نے مغلوب ہونے اور شکست کھانے کے بعد کیا کیا رنگ بدلے اور اب تک امت مسلمہ نے ان کے ہاتھوں کیا زخم کھائے؟

حیرت تو ان لوگوں پر ہے جو ماضی و حال کی ان تمام قہرمانیوں اور زیادتیوں سے واقف ہونے کے باوصف اس طبقہ کے لئے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتا ہے۔

(بقیہ ص ۲۴ پر)

واقعات کربلا

حقائق اور مسائل

شہادتِ حسین رضؓ اور مسلکِ اہل سنّت

المیۂ محرّم

ہماری تاریخ کا ایک خونچکاں باب

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ العزیز

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی : امّا بعد :

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۝

(پ ۲ رکوع ۳)

ترجمہ : جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں انہیں مُردہ مت کہو بلکہ زندہ ہیں اور لیکن تم نہیں سمجھتے "

حضرات ! آج میں ماہ محرم الحرام کی مناسبت سے تعزیہ اور مسلمان کے زیر عنوان کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالٰے عنہ کے مناقب

ہم اہل سنّت والجماعت تمام اہل بیت رضوان اللہ تعالٰے علیہم اجمعین کی ویسی ہی عزت کرتے ہیں اور ان سے سچی عقیدت اور محبت رکھتے ہیں جس طرح شیعہ صاحبان ان کے مداح اور ان کی محبت کے دعوے دار ہیں۔ چنانچہ اہل سنت میں حضرت حسین رضی اللہ تعالٰے عنہ کے مناقب کا نمونہ ملاحظہ ہو ۔

عن سعدؓ ابن ابی وقاصؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ۔ نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ الآیۃ دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِي ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ : سعدؓ بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی — نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ اور فاطمہؓ اور حسنؓ اور حسینؓ کو بلایا اور فرمایا۔ اے اللہ ! میرے اہل بیت یہ لوگ ہیں۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَقَالَ فِي الْحُسَيْنِ اَيْضًا كَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواہ البخاری)

ترجمہ : حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حسنؓ ابن علیؓ سے بڑھ کر کوئی

حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی میں یزید ولی عہد مقرر ہو چکا تھا!

شخص زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں تھا اور حسینؓ کے متعلق بھی یہی فرمایا کہ وہ بھی سب سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ و اصحابہ وسلم کے مشابہ تھے۔

عَنْ زَيْدٍؓ بْنِ اَرْقَمَ

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں : حسنینؓ سب سے بڑھ کر جناب رسالت مآب علیہ السلام سے مشابہ تھے ،

اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ اَنَا حَارِبٌ لِمَنْ حَارَبَهُمْ وَسَلْمٌ لِمَنْ سَالَمَهُمْ ۔

ترجمہ : زیدؓ بن ارقم سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ ، حضرت فاطمہؓ ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے متعلق فرمایا کہ میری ان سے لڑائی ہے جو ان سے لڑے گا اور جو ان سے صلح کرے گا میری ان سے صلح ہے ۔

یہ مناقب مشتے نمونہ از خروارے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر سب جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔

جس طرح ان مناقب سے اہل سنت والجماعت اتفاق رکھتے ہیں۔ اسی طرح اس اندوہناک دردانگیز داستان ظلم وستم یعنی حادثہ شہادت امام حسینؓ سے بھی سنیوں کا اتفاق ہے۔ چنانچہ احباب کی اطلاع کے لئے اس کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے ۔

واقعات متعلقہ کربلا کی تمہید

حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی میں ان کا بیٹا یزید ولی عہد مقرر ہو چکا تھا۔ چنانچہ امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ یہ واقع ماہ رجب ۶۰ھ دمشق میں ہوا ۔ یزید نے تمام ملکوں میں اپنے حکام کی طرف فرمان بھیجا کہ میرے حق میں لوگوں سے بیعت کی جائے۔ اسی ضمن میں اس نے مدینہ منورہ کے حاکم ولی

حضورؐ نے فرمایا : علی ، فاطمہ ، حسنؓ اور حسینؓ میرے اہلبیت ہیں

بن عقبہ کو لکھا کہ امام حسینؓ سے یزید کے حق میں بیعت لی جائے ۔ امام حسینؓ نے بیعت نہیں کی ، کیونکہ یزید فاسق شرابی اور ظالم تھا۔ اس کے بعد امام حسینؓ ۴ شعبان ۶۰ھ کو مکہ معظمہ روانہ ہو گئے اور مکہ معظمہ میں جا کر قیام فرمایا۔

اہل کوفہ کی طرف سے دعوت

حضرت علیؓ نے چونکہ کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا ہوا تھا اس لئے وہاں اہل بیت کے طرفداروں کی تعداد زیادہ تھی۔ انہوں نے امام حسینؓ کو تقریباً ڈیڑھ سو خطوط لکھے کہ آپ کوفہ تشریف لے ہماری جان اور مال آپ کی مدد کے لئے حاضر ہے۔ امام ممدوح نے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لئے بھیج دیا۔

مسلم بن عقیل کا کوفہ میں قیام اور بیعت لینا

جب مسلم بن عقیل کوفہ میں پہنچے تو مختار بن عبید کے مکان پر ٹھہرے اور امام حسینؓ کے لئے بارہ ہزار سے بھی زیادہ آدمیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب نعمان بن بشیرؓ صحابی جو حاکم کوفہ تھے انہیں اس کا علم ہوا تو انہوں نے لوگوں کو ڈانٹا۔ فقط ڈانٹنے پر ہی اکتفا کیا اس سے زیادہ کسی کو کچھ نہ کہا۔

مسلم بن یزید حضرمی اور

عمارۃ بن الولید بن عقبیٰ نے یزید کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ اس پر یزید نے نعمان بن بشیرؓ صحابی کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ عبیداللہ بن زید بصرہ کے حاکم کو معین کر دیا۔

عبیداللہ بن زیاد کا حاکم کوفہ بن کر آنا

عبیداللہ بن زیاد بصرہ سے کوفہ آیا۔ اور رات کے وقت اہل حجاز کے لباس میں کوفہ میں داخل ہوا تاکہ لوگ دھوکہ سے یہ سمجھیں کہ امام حسین تشریف لے آئے ہیں — لوگوں نے امام موصوف کا خیال کر کے اس کا استقبال کیا۔ اس کے آگے آگے یہ کہتے ہوتے جا رہے تھے۔ اے رسول اللہ کے بیٹے! تمہیں مرحبا ہو۔ عبیداللہ بن زیاد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ سرکاری مکان میں داخل ہو گیا۔ صبح لوگوں کو اکٹھا کیا اور اپنی حکومت کی سند پڑھ کر سنائی۔ انہیں دھمکی دی اور یزید کی مخالفت سے ڈرایا۔ اور مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے مکان میں چھپ گئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے محمد بن اشعث کو فوج دے کر ہانی بن عروہ کے مکان پر بھیجا۔ ہانی بن عروہ اور اہل کوفہ کے تمام سرداروں کو گرفتار کرا دیا۔ مسلم بن عقیل کو جب یہ اطلاع پہنچی تو انہوں نے بھی اپنے خیرخواہوں کو جمع کیا۔ انہوں نے عبیداللہ بن زیاد

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: اگر آپ جانا ہی چاہتے ہیں تو یمن چلے جائیں ——

کے محل کا محاصرہ کر لیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے ان قیدی سرداروں سے کہا کہ تم اپنے آدمیوں کو سمجھا دو کہ مسلم بن عقیل کی رفاقت سے باز آ جائیں۔ ان لوگوں کے سمجھانے سے چالیس ہزار میں سے فقط پانچ سو آدمی مسلم بن عقیل کے پاس رہے باقی سب بھاگ گئے۔ حتّٰی کہ مسلم بن عقیل تنہا رہ گئے۔ اب وہ متحیر ہوئے کہ کیا کریں۔ ایک عورت کے گھر میں آئے اس سے پینے کے لئے پانی مانگا۔ اس نے پانی پلایا اور اپنے گھر میں انہیں ٹھہرا لیا۔ اس بڑھیا کا بیٹا محمد بن اشعث (جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے جس نے کوفہ کے آدمیوں کو قید کیا تھا) کا دوست تھا۔ اس نے جا کر اشعث سے کہہ دیا۔ اس نے عبیداللہ بن زیاد کو اطلاع دے دی۔ عبیداللہ بن زیاد نے عمرو بن حریث کوتوال شہر اور محمد بن اشعث کو بھیجا انہوں نے آ کر اس بڑھیا کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ محمد بن مسلم تلوار سونت کر لڑائی کے لئے نکلے۔ محمد بن اشعث نے انہیں امان دے دی اور عبیداللہ بن زیاد کے پاس گرفتار کر کے لے آئے عبیداللہ بن زیاد نے انہیں قتل کر دیا۔ اور ہانی (جس نے مسلم بن عقیل کو پناہ دی تھی) کو سولی پر چڑھا دیا۔ یہ واقعہ ۳ر ذی الحجہ ۶۰ھ کا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی عبیداللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل کے دونوں بیٹے (محمدؒ اور ابراہیمؒ) بھی قتل کر دئے اور اسی تاریخ کو امام حسینؓ مکہ معظمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: آپ ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہیں جنہوں نے اپنے پہلے امیر (آپ کے والد بزرگوار) کو بے دست و پا کر دیا ——

عبداللہ بن عباس کا کوفہ جانے سے امام حسینؓ کو روکنا

آپ کے دوستوں اور رشتہ داروں کو جب اس ارادہ کا علم ہوا تو وہ سخت مضطرب ہوئے (یہ سب لوگ کوفہ والوں کی بے وفائی اور غداری سے

واقف تھے) سب نے اس سفر کی مخالفت کی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔ لوگ یہ سن کر بہت پریشان ہیں کہ آپ کوفہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں کیا واقعی آپ کا پختہ ارادہ ہے حضرت امام حسینؓ نے جواب دیا، کہ واقعی عنقریب روانہ ہونے والا ہوں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔ کیا آپ ایسے لوگوں میں جا رہے ہیں جنہوں نے اپنے پہلے امیر کو بے دست و پا کر دیا ہے۔ دشمن کو اپنے ملک سے نکال دیا ہے اور ملک پر اپنا تسلط جما لیا ہے۔ اب آپ کو نظام حکومت کے درست کرنے کے لئے بلا رہے ہیں۔ اگر واقعی ایسا ہے تو پھر بے شک تشریف لے جائیے اور اگر ایسا نہیں ہے تو ان لوگوں کا آپ کو بلانا جنگ کے لئے بلانا ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ وہ لوگ آپ کو دھوکہ نہ دیں۔ اور جب آپ کے دشمن کو طاقتور دیکھیں گے تو پھر اس کے طرفدار ہو کر آپ سے لڑائی لڑیں گے۔ حضرت امام حسینؓ ان باتوں سے متاثر نہیں ہوئے اور روانگی کے ارادہ پر قائم رہے۔

دوبارہ روکنا

جب حضرت امام حسینؓ بالکل تیار ہو گئے۔ پھر حضرت عباس دوڑے ہوئے آئے اور منت و سماجت کہا کہ مجھ سے خاموش نہیں رہا جاتا میں اس سفر میں آپ کی ہلاکت و بربادی دیکھ رہا ہوں۔ عراقی لوگ بڑے دغا باز ہیں۔ ان کے قریب بھی نہ جائیے اور یہیں مکہ معظمہ میں قیام کیجئے۔ عراق والے اگر آپ کو بلانا بھی چاہتے ہیں تو انہیں کہئے کہ پہلے دشمن کو اپنے علاقہ سے نکال دیجئے پھر مجھے بلائیے۔ اگر آپ حجاز سے جانا ہی چاہتے ہیں تو پھر یمن چلے جائیے وہاں کے لوگ آپ کے والد (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کے خیرخواہ ہیں۔ وہاں آپ ان دشمنوں کی گرفت سے باہر ہوں گے۔ وہاں خطوں اور قاصدوں کے ذریعے اپنی دعوت پھیلائیے گا۔ آپ اس طرح پر یقیناً کامیاب ہوں گے۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ میں تو عراق کا ارادہ پختہ کر چکا ہوں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر آپ نہیں مانتے تو پھر عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جائیے۔ مجھے خطرہ ہے کہ آپ ان کی آنکھوں کے سامنے اسی طرح قتل نہ کر دئے جائیں جس طرح عثمانؓ بن عفان اپنے گھر والوں کے سامنے قتل کر دئے گئے تھے۔ اتنی باتیں پیش ہونے کے باوجود آپ اپنے ارادہ پر قائم رہے اسی طرح اور بھی بہت سے لوگوں نے آپ کو سمجھایا لیکن کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

امام حسینؓ کے چچیرے بھائی کا خط

آپ کے چچیرے بھائی عبداللہ بن جعفر نے مدینہ منورہ سے خط لکھا میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہ خط دیکھتے ہی اپنے ارادہ سے باز آ جائیے کیونکہ اس راہ میں آپ کے لئے ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کے لئے بربادی ہے۔ اگر آپ قتل ہو جائیں گے تو زمین کا نور بجھ جائیگا اس وقت آپ کا وجود ہی ہدایت کا نشان اور ارباب ایمان کی امیدوں کا مرکز ہے۔ سفر میں جلدی نہ کیجئے میں آتا ہوں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ ۶۱ھ کی ابتداء میں میدانِ کربلا میں اترے

حاکم مدینہ کا خط

عبداللہؓ بن جعفر نے اس کے علاوہ والی مدینہ منورہ سے بھی خط لکھوایا ——— جس کا مضمون یہ ہے:۔

"میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اس راستہ سے ہٹا دے جس میں ہلاکت ہے اور اس راستہ کی طرف رہنمائی فرماتے جس میں

سلامتی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ کہ آپ عراق جا رہے ہیں میں آپ کے لئے شقاق اور اختلاف سے پناہ مانگتا ہوں، میں آپ کی ہلاکت سے ڈرتا ہوں۔ میں عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں ان کے ساتھ واپس چلے آئیے میرے پاس آپ کے لئے امن و سلامتی نیکی، احسان اور حسن جوار ہے۔ خدا اس پر شاہد ہے۔ وہی اس کا کفیل نگہبان اور وکیل ہے۔ والسلام

حضرت عبداللہ بن جعفر حاکم مدینہ نے لکھا۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں آپ کو اس راستے سے ہٹا دے جس میں ہلاکت ہے

اس کے بعد بھی آپ اپنے ارادہ پر پختہ رہے۔

فرزدق شاعر سے ملاقات

جب آپ مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے تو "صفاح" نام مقام پر اہل بیت کا مشہور شاعر آپ سے ملا۔ آپ نے اس سے پوچھا تمہارے پیچھے لوگوں کا کیا حال ہے؟ پھر فرزدق نے جواب دیا۔ اُن کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ اب معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ ہمارا پروردگار ہر گھڑی کسی نہ کسی حکم فرماتی میں رہتا ہے اگر اس کی مشیت ہماری خواہش کے مطابق ہو تو اس کی تعریف کریں گے اور اگر امید کے خلاف ہو تو بھی نیک نیتی اور تقویٰ کا ثواب کہیں نہیں گیا۔

مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں کی ضد

زرود نام ایک مقام پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ یزید کے گورنر کوفہ عبیداللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل کو اعلانیہ قتل کر دیا ہے اور کوفیوں میں سے کوئی ٹس سے مس نہیں ہوا۔ امام حسینؓ نے بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ بعض ساتھیوں نے عرض کی اب بھی وقت ہے ہم آپ کے اور آپ کے اہل بیت کے حق میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں۔ خدا کے لئے یہیں سے لوٹ چلئے، کوفہ میں آپ کا ایک طرف دار بھی معلوم نہیں ہوتا۔

امام حسینؓ خاموش ہو گئے اور واپسی پر غور کرنے لگے۔ لیکن مسلم بن عقیل کے عزیزوں نے کہا۔ واللہ ہم ہرگز نہ پلٹیں گے۔ اور اپنا انتقام لیں گے یا اپنے بھائی کی طرح مر جائیں گے۔ اس پر آپ نے اپنے ساتھیوں کو نظر اٹھا کر دیکھا اور ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ اس کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں۔

حُر بن یزید کی ملاقات

قادسیہ سے جونہی آگے بڑھے اور کوفہ سے دو منزل پر جا پہنچے تو حُر بن یزید عبیداللہ ابن زیاد کی طرف سے ایک ہزار ہتھیار بند فوج لے کر آ ملا۔ اور ساتھ ہو لیا اور اس نے امام حسینؓ سے کہا کہ عبیداللہ ابن زیاد نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے جُدا نہ ہوں یہاں تک کہ آپ کو اس کے پاس لے چلوں اور میں خدا کی قسم مجبور ہوں۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ میں خود کوفہ کی طرف نہیں آیا۔ یہاں تک کہ مجھے کوفہ والوں کے بہت سے خطوط پہنچے ہیں اور میرے پاس ان کے بہت سے قاصد آتے ہیں اور تم کوفہ کے رہنے والے ہو اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہو تو میں تمہارے شہر میں جاؤں گا ورنہ لوٹ کر چلا جاؤں گا۔ اس پر حُر نے کہا آپ کن خطوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ہمیں ایسے خطوں کا کوئی علم نہیں۔ امام حسینؓ نے عقبیٰ بن سلام کو حکم دیا۔ کہ وہ دونوں تھیلے نکال لائیں

جن میں کوفہ والوں کے خط بھرے ہیں عقبیٰ نے تھیلے انڈیل کر خطوں کا ڈھیر لگا دیا۔ اس پر حُر نے کہا۔ لیکن ہم وہ نہیں جنہوں نے یہ خط لکھے تھے ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ آپ کو عبیداللہ بن زیاد تک پہنچا کے چھوڑیں۔ امام حسینؓ نے فرمایا۔ یہ موت سے پہلے ناممکن ہے پھر آپ نے روانگی کا حکم دیا لیکن مخالفین نے راستہ روک لیا۔ آپ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ حُر نے جواب دیا۔ میں آپ کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس پہنچانا چاہتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا۔ واللہ میں تیرے ساتھ نہیں چلوں گا۔ اس نے کہا واللہ میں بھی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ جب گفتگو زیادہ بڑھی تو حُر نے کہا کہ مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں ہے مجھے صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں یہاں تک کہ آپ کو کوفہ پہنچا دوں۔ اگر آپ اسے منظور نہیں کرتے تو ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ جاتا ہو نہ مدینہ، بات زیادہ لمبی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ امام حسینؓ کوفہ کے راستے سے ہٹ گئے۔

میدانِ کربلا میں قیام

اور میدانِ کربلا میں محرم الحرام ۶۱ھ کو اترے۔ جب اس میدان میں اترے تو اس کا نام دریافت

.... نام دریافت فرمایا، معلوم ہوا تب آپ نے فرمایا: هٰذَا مَوْضِعُ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ۔ یعنی یہ تکلیف اور ہلاکت کی جگہ ہے۔

فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اس کا نام کربلا ہے۔ تب آپ نے فرمایا۔ هٰذَا مَوْضِعُ كَرْبٍ وَّبَلَاءٍ یعنی یہ تکلیف اور ہلاکت جگہ ہے۔ یہ مقام پانی سے دور تھا۔ دریا میں اور اس میں ایک پہاڑی حائل تھی۔

عمر بن سعد کی آمد

دوسرے دن عمر بن سعد ابن ابی وقاص کوفہ والوں کی چار ہزار فوج لے کر آ پہنچا۔ عبیداللہ بن زیاد نے عمر کو زبردستی بھیجا تھا۔

مسلم بن عقیل کے عزیزوں نے کہا: واللہ ہم ہرگز نہ پلٹیں گے اور اپنے بھائی کا انتقام لیں گے یا اپنے بھائی کی طرح مر جائیں گے

عمر کی خواہش تھی کہ کسی طرح اس آزمائش میں نہ آئے اور معاملہ رفع دفع ہو جائے۔ اس نے آتے ہی امام حسینؓ کے پاس قاصد بھیجا۔ اور دریافت کیا آپ کیوں تشریف لائے ہیں۔ آپ نے وہی جواب دیا۔ جو حُر ابن یزید کو دے چکے تھے۔ یعنی تمہارے اس شہر کے لوگوں ہی نے مجھے بلایا تھا اب اگر وہ ناپسند کرتے ہیں تو میں لوٹ کر جانے کو تیار ہوں۔

عبیداللہ ابن زیاد کا بیعت کیلئے اصرار

عمر بن سعد کو امام ممدوح کے اس جواب سے خوشی ہوئی اور امید بندھی کہ یہ مصیبت ٹل جائے گی اس نے فوراً عبیداللہ ابن زیاد کو خط لکھا۔ عبیداللہ ابن زیاد نے جواب دیا کہ حسینؓ کو کہو کہ پہلے اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ یزید ابن معاویہؓ کی بیعت کریں۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے حسینؓ اور ان کے ساتھیوں تک پانی نہ پہنچنے پائے وہ پانی کا ایک قطرہ بھی پینے نہ پائیں۔ جس طرح عثمانؓ ابن عفان پانی سے محروم رہے تھے۔ جب امام حسینؓ کے پاس وہ خط آیا آپ نے اسے پڑھا اور پھینک دیا اور قاصد سے فرمایا کہ میرے پاس

اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ وہ قاصد لوٹ کر عبید اللہ ابن زیاد کے پاس گیا۔ اس جواب نے اس کا غصہ اور بھڑکایا اس نے لوگوں کو جمع کیا اور فوجیں تیار کیں اور لوگ تھے جنہوں نے امام حسینؓ سے خط و کتابت کی تھی اور ان سے مسلم بن عقیل کے ذریعے سے بیعت بھی کر چکے تھے۔ جب امام حسینؓ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ان سے ہے) اپنے گھوڑے پر امام حسینؓ کی طرف آیا اور آ کر کہا۔ اے رسولؐ کے بیٹے! سب سے پہلے میں ہی تیرے ساتھ لڑنے کے لئے آیا تھا۔ اور اب میں ہی تیری جماعت میں آ گیا

شیعہ ائمہ و علماء نے خود اپنی کتابوں میں ماتم اور نوحہ کی ممانعت کی ہے

ان کا سپہ سالار عمر بن سعد کو بنایا جو "ری" کا حاکم تھا۔ اس نے امام حسینؓ کے مقابلے میں لڑنے سے پہلو تہی کی۔ تب عبید اللہ ابن زیاد نے اس سے کہا یا تو لڑنے کو جا، یا ری کی حکومت سے دستبردار ہو جا اور اپنے گھر جا بیٹھ۔ عمر بن سعد نے ری کی حکومت کو ترجیح دی اور امام حسینؓ سے لڑائی کے لئے فوجوں سمیت چل نکلا۔ عبید اللہ ابن زیاد ایک ایک سردار کی معیت میں تھوڑا تھوڑا لشکر جمع کر کے بھیجتا لڑائی کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اپنے لشکر کے گرد ایک خندق کھودیں۔ اور ایک ہی دروازہ اس خندق کا رکھا تاکہ اس دروازہ سے نکل کر لڑ سکیں۔ نماز عصر کے بعد عمر ابن سعد نے اپنے لشکر کو حرکت دی۔ جب لشکر قریب پہنچا تو انہوں نے امام حسینؓ کو نرغے میں لے لیا۔ اور لڑائی شروع کر دی۔ امام حسینؓ کے ساتھیوں میں سے ایک ایک کر کے قتل ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ہوں تاکہ میں تیری ہی مدد میں قتل کیا جاؤں شاید کہ کل کو تیرے نانا کی شفاعت نصیب ہو۔ اس کے بعد اس نے عمر ابن سعد کے لشکر پہ حملہ کر دیا اور اس وقت تک لڑتا رہا جب تک کہ شہید نہ کیا گیا اور اس کے ساتھ اس کا بھائی، بیٹا اور غلام بھی شہید ہو گئے۔ پھر اس قدر سخت لڑائی ہوئی کہ امام حسینؓ کے سارے ساتھی شہید ہو گئے۔ اس کے بعد امام موصوف ننگی تلوار اپنے ہاتھ میں لے کر

مقتدر مقتدایان شیعہ صاحبان بھی عوام الناس کے ماتم کے سخت مخالف ہیں

رہا۔ یہاں تک عمر ابن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار اور پیادے جمع ہو گئے۔ اور دریائے فرات کے کنارے پر جا اترے اور امام حسینؓ اور پانی کے درمیان رکاوٹ کر دی۔ عمر ابن سعد کے لشکر میں زیادہ تر وہی ان کے تقریباً پچاس آدمی قتل ہو گئے۔ اس وقت امام حسینؓ نے چیخ کر فرمایا۔ آیا کوئی خدا واسطے فریاد رس ہے، آیا کوئی رسول اللہ کے حرم کو بچانے والا ہے۔ یہ سن کر (حُرّ ابن یزید) (جس کا ذکر پہلے آ چکا تنہا مقابلہ کے لئے میدان میں آئے اور دشمنوں سے لڑتے رہے۔ اور جو شخص بھی آپ کی طرف آیا۔ اُسے قتل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا اور آپ کو

اُن زخموں اور تیروں نے چور چور کر ڈالا جو ہر طرف سے آ رہے تھے۔ اس وقت شمر ذی الجوشن اپنی فوج سمیت آگے بڑھا۔ امام حسینؓ اور ان کے اہل بیت کے خیموں کے درمیان آ کھڑا ہوا۔ امام حسینؓ نے للکار کر فرمایا اے شیطان کی جماعت! میں تم سے لڑتا ہوں تم مستورات کو کیوں چھیڑتے ہو، کیونکہ وہ تم سے نہیں لڑتیں — تب شمر نے اپنی فوج سے کہا عورتوں سے باز آ جاؤ اور اسی شخص کا مقابلہ کرو۔ پھر سب نے امام حسینؓ پر تیروں اور نیزوں سے حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ امام حسینؓ زمین پر شہید ہو کر گر گئے اور نصر ابن خرشہ آپ کا سر کاٹنے لگا۔ اس سے نہیں کاٹا گیا تو خولی ابن یزید گھوڑے سے اترا اور اس نے آپ کا سر مبارک کاٹ لیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ شمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کم بختو! اس کے متعلق اب کیا انتظار کرتے ہو حالانکہ اسے زخموں نے چور کر دیا ہے۔ اس کے اتنے کہنے پر امام حسینؓ پر تیر اور نیزے برسنے لگے یہاں تک کہ ایک بدبخت کا تیر آپ کے گلے سے پار ہو گیا۔ اور آپ گھوڑے سے گر پڑے اور اسی حالت میں شمر نے آپ کے چہرہ مبارک پہ تلوار ماری اور سنان ابن انس نے نیزہ مارا اور خولی ابن یزید آپ کا سر کاٹنے لگا تو اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ پھر اس کے بھائی شبل ابن یزید نے آپ کا سر کاٹا۔ پھر یہ لوگ اہل بیت کے خیمے میں گئے اور وہاں سے بارہ لڑکے بنی ہاشم کے قید کئے اور جتنی عورتیں تھیں ان کو بھی قید کر لیا۔ عمر ابن سعد اور شمر نے لوگوں کو حکم دیا اور ان سنگدلوں نے امام حسینؓ کی لاش کو گھوڑوں کے سموں

> **اہل کوفہ نے حضرت امام حسینؓ کو ڈیڑھ سو خط لکھے —— بعض روایات میں بارہ سو ہے**

سے تاڑا۔ اور آپ کے سر مبارک کو بشیر ابن مالک اور خولی ابن یزید کی معیت میں عبید اللہ ابن زیاد کی طرف بھیج دیا۔

واقعہ کربلا کا رنج والم

ہر کلمہ گو کو خواہ وہ شیعہ ہو یا سنی اس وحشت ناک اور درد انگیز واقعہ سے بے انتہا رنج و الم ہے کوئی نہیں جو امام حسینؓ کی مظلومیت سے مغموم نہ ہو۔ اور اس کا دل ان مظالم سے مضطرب اور پریشان نہ ہو۔ تقریباً چودہ سو سال گذرنے کے باوجود اس اندوہناک، درد انگیز، مصیبت خیز، پریشان کن، ہلا دینے والے واقعہ کو بھولنے نہیں پائے شیعہ صاحبان کے علاوہ سنیوں کی کتابیں بھی اس خونی واقعہ کی یاد تازہ اپنے سینوں میں رکھتی ہیں اور ہر پڑھنے والے کے دل کو ماتم کدہ بنا دیتی ہیں۔

اظہارِ غم کے طریقے میں فرق

اہل سنت و جماعت ان درد ناک واقعات کو اپنے سینہ میں محفوظ رکھنے کے باوجود ایک بہادر ذی وقار، صاحب عزم انسان کی طرح متانت اور سنجیدگی کو ہاتھوں سے جانے نہیں دیتے اور یزید جیسی طاغوتی قوتوں کے مقابلے میں امام حسینؓ ایسی قوت ہمت اور ہدایت کی آواز اٹھا کر سنتِ حسینؓ کی یاد تازہ رکھتے ہیں تاکہ امام حسینؓ کے متبعین اور نام لینے والوں میں روحِ حسینی کے نظارے ہمیشہ طاغوتی طاقتوں کے سامنے نظر آتے ہیں۔ بخلاف شیعہ صاحبان کے کہ وہ اس رنج والم کا اظہار کرنے کے لئے دامن شریعت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ فخر دو عالم سید المرسلین کی سنّت سے منہ موڑ لیتے ہیں اور اظہار غم کے لئے دسویں محرم کے جو وہ طریقے اختیار کرتے ہیں۔ جس میں وہ ساری چیزیں ناجائز اور بلکہ حرام ہوتی ہیں جن سے مسلمانوں کے عقائد فاسد ہوتے ہیں۔ اخلاق کی تباہی کا

نصر ابن خرشہ حضرت حسینؓ کا سر کاٹنے لگا۔ اس سے نہیں کاٹا گیا تو خولی ابن یزید گھوڑے سے اترا، اور اس نے آپ کا سر مبارک کاٹ لیا۔

موجب بنتی ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اہل سنت والجماعت کے علاوہ مقتدر مقتدایان شیعہ صاحبان بھی عوام الناس کے اس طریق کار کے سخت مخالف ہیں۔ دونوں جماعتوں کے رہنما ان چیزوں کو نہ صحیح سمجھتے ہیں نہ مفید سمجھتے ہیں۔ چنانچہ دونوں جماعتوں کے رہناؤں کے فتاوے ذیل میں درج ہوں گے۔ البتہ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ صاحبان میں کمزور طبیعت کے رہنما اپنے مفاد دنیا کی خاطر حق کو چھپاتے ہیں اور عوام الناس کے طعن و تشنیع سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔ اور مفاد دنیا کی خاطر نتائج اخروی کو نظر انداز کرتے ہیں اور عوام الناس میں اشاعتِ حق کرنے سے بھی جی چراتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝

تعزیہ داری کے متعلق علماء اہلسنت کا فیصلہ

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ محدث دہلوی فتاوی عزیزی مطبوعہ مطبع مجتبائی ماہ شوال ۱۳۱۱ھ کے صفحہ ۲۷ پر لکھتے ہیں کہ

"تعزیہ داری جو مبتدعین کرتے ہیں بدعت ہے اور بدعت سیئہ ہے۔ اور بدعت سیئہ مبتدع کو خدا کی لعنت میں گرفتار کر دیتی ہے۔ اور اس کے فرائض اور نوافل بھی درگاہ خداوندی میں مقبول نہیں ہوتے۔ انتہا۔ ملخصاً۔

اسی فتاویٰ کے ص۷۳ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

س: مرثیہ خوانی کی مجلس میں زیارت اور گریہ زاری کی نیت سے حاضر ہونا اور اس جگہ مرثیہ اور کتاب سننا اور فاتحہ اور درود پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

ج۔ اس مجلس میں زیارت اور گریہ زاری کی نیت سے جانا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ وہاں کوئی زیارت نہیں ہے جس کے واسطے آدمی جائے۔ اور یہ لکڑیاں تعزیہ کی جو بنائی گئی ہیں یہ زیارت کے قابل نہیں بلکہ مٹانے کے قابل ہیں"۔

اسی فتاویٰ کے ص۱۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

س: تعزیہ کے تابوت کی زیارت کرنا اور اس پر فاتحہ پڑھنا اور کتاب سننا اور فریاد کرنا اور رونا اور سینہ کوبی کرنا اور امام حسینؓ کے ماتم میں اپنے آپ کو زخمی کرنے کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ سب چیزیں ناجائز ہیں۔

خلاصہ فتاوی اہل سنت

مذکورۃ الصدر فتاوی سے مندرجہ ذیل چیزیں صاف اور ظاہر ہیں۔

۱۔ تعزیہ بدعت سیئہ ہے

۲۔ مرثیہ خوانی

۳۔ اور اس مجلس میں زیارت اور گریہ زاری کی نیت سے جانا بھی ناجائز ہے۔

۴۔ اور سینہ کوبی کرنا اور امام حسینؓ کا ماتم کرنا اور اپنے آپ کو زخمی کرنا یہ سب چیزیں شرعاً ناجائز ہیں۔

ماتم اور نوحہ کی ممانعت

جہاں تک ماتم کا تعلق دل اور آنکھوں سے ہے ممنوع نہیں مگر جب زبان اور ہاتھ سے اظہار کیا جائے تو حرام ہے۔ مندرجہ ذیل احادیث سنی اور شیعہ اور اقوال ائمہ ملاحظہ ہوں۔

پہلی حدیث حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم نے فرمایا:۔

لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَی الْجَاھِلِیَّةِ (متفق علیہ) مشکوٰۃ ص۱۵۰

ترجمہ: وہ شخص اسلامی جماعت سے خارج ہے جس نے ماتم میں رخساروں پر ہاتھ مارے، گریبان پھاڑے اور جاہلیت کے سے بَین منہ سے نکالے۔

دوسری حدیث

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّهٗ مَهْمَا كَانَ مِنَ الْعَيْنِ وَمِنَ الْقَلْبِ فَمِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمِنَ الرَّحْمَةِ وَمَا كَانَ مِنَ الْيَدِ وَمِنَ اللِّسَانِ فَمِنَ الشَّيْطَانِ۔

(رواہ احمد مشکوٰۃ ص۱۵۲)

ترجمہ: یعنی جو ماتم آنکھ اور دل سے ہو وہ جائز ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو وہ شیطانی فعل ہے۔

تیسری حدیث

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ (مشکوٰۃ شریف ص۱۵۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی پر لعنت کی ہے۔

نتیجہ

مذکورۃ الصدر احادیث میں جن چیزوں کی ممانعت کی گئی ہے اور جن کو شیطانی فعل کہا گیا ہے اور جن کاموں کے کرنے پر لعنت نازل ہوتی ہے محرم کے ماتمی جلوسوں میں سب کام کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایسے جلوسوں میں ہرگز شامل نہ ہوں۔ ورنہ اللہ تعالےٰ کے عذاب کے مستحق ہونگے

انہی چیزوں کے حرام ہونے پر شیعہ صاحبان کی روایات ملاحظہ ہوں:۔

(پہلی) ابن بابویہ نے سند معتبر حضرت امام محمد باقرؒ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ جب میں وفات پاؤں تو میری وفات پر اپنے بال نہ نوچنا اور واویلا نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا۔ (جلاء العیون ص۴۵ و فروع کافی جلد دوئم ص۲۱۴)

(دوسری) ملا باقر مجلسی جلاء العیون ص۸۷ میں تحریر کرتے ہیں کہ جب ابوبکرؓ نے غسل و کفن وغیرہ کے متعلق اہل بیت کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم سے دریافت کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ:۔

"جب فرشتے مجھ پر نماز پڑھ چکیں۔ اس وقت تم فوج در فوج اس گھر میں آنا اور مجھ پر صلوٰۃ بھیجنا اور سلام کرنا اور مجھے نالہ و فریاد، گریہ زاری سے آزار نہ دینا۔ پھر فرمایا اُٹھ جاؤ اور جو کچھ میں نے بیان کیا ہے۔ اس سے اور لوگوں کو مطلع کرو۔"

مسلمانوں کا فرض

جب مرثیہ خوانی کی مجلسیں

اگر ماتم کرنا باعث ثواب و رحمت ہے تو شیعہ علماء اور رؤساء کیوں اس مبارک رسم میں شریک نہیں ہوتے؟

امام حسین رضؓ نے بیعت نہیں کی — کیونکہ یزید فاسق اور شرابی تھا

اور ماتمی جلوس خلاف شرع ہیں۔ فقط اہل سنت ہی نہیں بلکہ شیعہ کے رہنمایان مذہبی بھی ان کے شرعاً مخالف ہیں، تو اہل سنت والجماعت کا فرض ہے کہ وہ ان مجالس میں جانے اور جلوس تعزیہ میں شریک ہونے سے پرہیز کریں۔ ورنہ شرکت کے باعث خواہ وہ تماشا بینی کے طور پر کیوں نہ ہو۔ غضب الٰہی کے مورد اور عذاب الٰہی کے مستحق ہوں گے۔

بالخصوص جب کہ شیعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے محبوب ترین جانشینوں یعنی سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ اور عمر رضؓ ابن خطاب کو برا بھلا کہتے ہیں اُن کو غاصب قرار دیتے ہیں اور اُن کو کافر کہتے ہیں۔ ان واقعات کے ہوتے ہوئے ہر غیرت مند سچے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ شیعہ کی مجالس مرثیہ میں شرکت سے پرہیز کرے اور ان کے تعزیوں کے جلوس میں شامل نہ ہونے پائے۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی مجالس کی رونق افزائی بجائے خود ایک بہت بڑا گناہ ہے مسلمانوں کا فرض ہے خود اس سے بچیں، اور اپنے اہل و عیال کو بچائیں۔

وما علینا الا البلاغ۔

شیعہ صاحبان کے علماء اور رؤسا کا شریک نہ ہونا۔

اگر ماتمی جلوس ایسے ہی موجب ثواب اور باعث رحمت اور امام حسینؓ کے سچے غم اور بے قراری دل کے صحیح اظہار کا ذریعہ ہیں تو پھر شیعہ صاحبان کے علماء اور رؤسا کیوں اس مبارک رسم میں شریک نہیں ہوتے اور کیوں سینہ کوبی سربازار جلوس میں شامل ہو کر نہیں کرتے۔

چنانچہ دارالسلطنت پنجاب لاہور میں ہمیشہ یہی دیکھا جاتا ہے کہ سینہ کوبی کرنے والے صرف نچلے طبقے کے لوگ ہوتے ہیں یا اس میں چند بازاری عورتیں سیاہ لباس میں ملبوس ہائے حسینؓ ہائے حسین رضؓ کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اور اس جلوس کے ساتھ عام جہّال بطور تماشہ بینی کے جمع ہو جاتے ہیں۔ اور جلوس کی رونق دوبالا ہو جاتی ہے

عبرت

اہل عقل اس تحریر ماسبق سے خود اندازہ لگا سکتے ہیں، کہ اس میں کہاں تک خیر و برکت آ سکتی ہے اور خود شیعہ صاحبان کے ہاں ان کی کیا حقیقت ہے۔

شیعہ کی تفاسیر سے نوحہ کی ممانعت

شیعہ کی تفاسیر عمدۃ البیان جلد سوم صـ۲۴ میں تحریر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تین آوازوں کو ناپسند کرتا ہے۔ گدھے کی آواز، کتے کی آواز اور نوحہ گر عورت کی آواز۔

شیعہ کی اسی تفسیر کے صفحہ ۳۹۲ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو دوسری شرطوں کے علاوہ یہ شرطیں بھی ہوتی تھیں۔ نوحہ نہ کرنا، کپڑے نہ پھاڑنا، سر کے بال نہ نوچنا اور اپنا منہ نہ نوچنا وغیرہ وغیرہ۔

سیاہ ماتمی لباس کے خلاف علماء شیعہ کے فتاوے

کتاب "مَنْ لَا یَحْضُرُہُ الْفَقِیْہ" بَابُ مَا یُصَلِّیْ فِیْہِ میں تحریر ہے کہ سُئِلَ الصَّادِقُ عَنِ الصَّلوٰۃِ تَلْبَسُ السَّوْدَاءَ فَقَالَ لَا تَلْبَسْ فِیْهَا فَاِنَّهَا لِبَاسُ اَهْلِ النَّارِ فَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَّمَ اَصْحَابَهٗ لَا تَلْبَسُوْا السَّوْدَاءَ فَاِنَّهَا لِبَاسُ فِرْعَوْنَ۔

ترجمہ: امام صادق سے سوال کیا گیا کہ عورتیں سیاہ کپڑے پہن کر نماز

پڑھیں۔ فرمایا کہ سیاہ کپڑے پہن کر نماز نہیں ہوتی۔ کیونکہ سیاہ کپڑے دوزخیوں کا لباس ہے اور امیرالمومنین نے اصحاب کو سکھلایا کہ سیاہ لباس نہ پہنو کیونکہ سیاہ پوشی فرعون کا لباس ہے۔ (بدر الدجی صـ۲۴۲)۔

جامع عباسی پانزدہ بابی جو فقہ میں مذہب اثنا عشری کی مستند کتاب ہے۔ جس کے مصنف ملّا بہاؤالدین عاملی ہیں اور شیعوں کے مطبع یوسفی دہلی کی مطبوعہ ہے اس کے صـ ۲۱۶/۲۱۷ میں تحریر ہے کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ:-

"حق نے ایک نبی کے پاس وحی بھیجی کہ مومنوں سے کہہ دے کہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنیں۔ یعنی سیاہ کپڑے۔"

فروع کافی جلد ۲ جزو ثانی صـ۲۴۴ میں بھی سیاہ لباس کو ملبوس ناریاں بتایا گیا ہے۔"

(خاموش نوحہ خواں صـ۲۱۱)

نتیجہ

ان حوالہ جات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ صاحبان جو سیاہ لباس پہن کر ماتمی نشان بناتے ہیں یہ ان کے اپنے مقتدایان مذہبی کے فیصلے کے بھی سراسر خلاف ہے۔ جب شیعہ کے ہاں بھی یہ چیز حرام ہے تو سنی مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس قبیح رسم سے بچیں اور اس مضحکہ خیز ظاہرداری کے ماتم سے بچ کر امام حسینؓ کی طرح سچا، غیور، بہادر اور جاں نثار مجاہد اور غازی بننے کی فکر کریں۔

حاصل یہ ہے کہ ہم اہلسنت والجماعت ائمہ اہل بیت کے سچے محب اور پکے خیرخواہ ہیں اُن سے عقیدت ہمارا ایمان ہے۔ ان کی راحت سے فرحت اور ان کی تکلیف سے صدمہ ہمارے دلوں کے تاثرات ہیں۔ ہم ان کے نقش قدم پر چلنے کو اپنی سعادت خیال کرتے ہیں۔ غرضیکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ سچی محبت اور صحیح عقیدت میں ہم شیعہ صاحبان سے کم نہیں۔ البتہ یہ عرض کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتے۔ کہ عشرہ محرم کی تمام بدعات جو شیعہ میں مروج ہیں جن کی تفصیل اس مضمون میں آ چکی ہے ان کے ہم سخت مخالف ہیں۔ سنی مسلمانوں کو ان سے روکنا ہمارا فرض ہے بلکہ دعا کرتے ہیں کہ جس طرح ہم محبت اور عقیدت میں شیعہ صاحبان سے برابری کا دعوے کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ائمہ اہل بیت کے نقش قدم پر عملی طور پر چلتے رہیں۔ سنیوں کے دوش بدوش نظر آئیں سب وشتم، طعن و تشنیع، تعزیہ، نوحہ خوانی، ماتمی لباسوں سے باز آئیں۔ حق کے حامی اور باطل کے دشمن نظر آئیں۔ اسلام محمدی کے پیروکار اور بدعات مخترعہ سے مجتنب ہو جائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

جب شیعہ اور سنی ایک اسٹیج پر آ کھڑے ہوں تو اس اتفاق کی برکت سے دیکھئے کہ اسلام کو کس طرح نفع اور عروج حاصل ہوتا ہے

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

یزید نے حاکم مدینہ کو لکھا کہ امام حسینؓ سے میرے حق میں بیعت لی جائے

ماتم اور تعزیہ کی تاریخ

واضح ہو کہ لغت میں تعزیت نام ہے مصیبت زدہ کو تلقین صبر کرنے کا۔ چونکہ کسی کا مرنا بھی اس کے ورثاء کے لئے بظاہر ایک سخت مصیبت اور باعث سخت رنج و غم ہے۔ لہٰذا ان کی تلقین صبر کرنے کو بھی تعزیت کہتے ہیں بلکہ عرفاً غالب اطلاق اسی پر ہونے لگا۔ شریعت میں بھی اس کے یہی معنی ہیں۔ اور کسی کے مرنے پر صرف تین دن تک تعزیت کرنی جائز ہے۔ تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر

تعزیت کنندہ یا میت کے اعزا سفر میں ہوں اور تین روز کے بعد آئیں تو ان کے لئے مکروہ نہیں ہے۔

جو شخص ایک مرتبہ تعزیت کر چکا ہو اس کو پھر دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے۔ حدیث شریف میں تعزیت کے لئے یہ کہنا منقول ہے۔

اَعْظَمَ اللّٰهُ اَجْرَكَ وَ اَحْسَنَ جَزَاءَكَ وَغَفَرَ لِمَيِّتِكَ)

یعنی اللہ تعالےٰ تیرا اجر زیادہ کرے اور تجھے اچھا صبر عطا فرمائے اور تیری میت کو بخش دے۔ جس میں نہ رونا ہے نہ پیٹنا نہ چیخنا ہے۔ نہ چلّانا نہ کپڑے پھاڑنا اور نہ گریبان چاک کرنا ہے۔ نہ بال نوچنا اور نہ پریشان ہونا، نہ سینہ کوبی ہے، نہ زانو اور رخساروں پر ہاتھ مارنا نہ اجتماع و اہتمام اور نہ جزع فزع کی ضرورت ہے۔ نہ میت کے مدح و ذم کے بیان کی حاجت۔ جیسا کہ عوام کالانعام میں کسی کے مرنے پر عموماً دیکھا جاتا ہے۔ لیکن یہ سب خرافات اور ناجائز کام آج جس تعزیہ میں ہوتے ہیں وہ محرم کا تعزیہ ہے۔ اور اس مختصر تقریر میں زیر بحث یہی لفظ تعزیہ ہے جس کو لغتاً، عرفاً، شرعاً کسی طرح بھی تعزیت کہنا صحیح نہیں۔

مذہباً اس کے عدم جواز کی بحث تو اشتہار محرم الحرام اور رسالہ حرمتہ تعزیہ میں دیکھنی چاہئے۔

اس وقت سُنیوں کو متنبہ کرنے کے لئے مؤرخانہ طور پر مجملاً صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ہر سال شروع ماہ محرم میں جس تعزیہ کی بدولت بوجہ نادانی و جہالت لاکھوں سنّی عملاً شیعہ ہو جاتے ہیں۔ وہ کتب شیعہ اہل سنّت کی نہیں بلکہ یزید اور دشمنانِ آلِ رسولؐ کی ایجاد ہے اس تعزیہ کی روح امام حسینؓ شہید کربلا پر نالہ و ماتم اور نوحہ و شیون کرنا ہے اور اس کا جسم

امام جعفر صادق رضؓ نے فرمایا
سیاہ کپڑے
دوزخیوں کا لباس ہیں

روضہ امام حسینؓ واقعہ کربلا کی وہ نقل ہے جو بانس اور کاغذ وغیرہ کا بنا کر تعزیہ یا وجہ ماتم اور مرثیہ کے ساتھ سالانہ محرم میں نکالی جاتی ہے جس کے ساتھ ہمیشہ مختلف مقام پر اور بھی بہت رسمیں ادا کی جاتی ہیں اور آئے دن نئی چیزیں نکلتی رہتی ہیں۔

ماتم کی تاریخ

یعنی نوحہ و ماتم و شیون پر امام حسینؓ کی ابتدا دنیا میں جس نے سب سے پہلے کی وہ بقول شیعہ یزید ہے۔ جو ان کے خیال کے مطابق اول درجہ کا دشمن اہل بیت اور اور قاتل حسین تھا چنانچہ :-

۱- ملّا باقر مجلسی مجتہد شیعہ لکھتے ہیں کہ جب اہلِ بیتِ حسین رضؓ کا قافلہ کوفہ سے دمشق میں آیا اور دربار یزید میں پیش ہوا تو یزید کی زوجہ ہند دختر عبداللہ بن عامر بیتاب ہو کر بے پردہ دربار یزید میں چلی آئی۔ یزید نے دوڑ کر اس کے سر پر کپڑا ڈال دیا۔ اور کہا "اے ہند! نوحہ زاری بکن بر فرزندِ رسولِ خدا و بزرگِ قریش کہ ابن زیاد لعین درامر او تعجیل کرد و من راضی بکشتن او نبودم۔ (جلاء العیون ص۵۲۷)

یعنی اے ہند! تو فرزندِ رسولِ خدا اور بزرگ قریش پر نوحہ و زاری کر کہ ابن زیاد لعین نے ان کے معاملہ میں جلدی کی۔ اور میں اُن کے قتل پر راضی نہ تھا۔

۲- جب اہل بیت حسین رضؓ یزید کے محل میں داخل ہوئے تو اہل بیت یزید نے زیور اتار کر لباس ماتم پہنا۔ صدائے نوحہ و گریہ بلند کی اور یزید کے گھر میں تین روز برابر قائم رہا۔

۳- صاحب خلاصتہ المصائب فرماتے ہیں کہ جب حرم محترم پیش یزید

لائے گئے تو کَانَ بِيَدِهٖ مِنْدِيْلٌ فَجَعَلَ يَمْسَحُ دُمُوْعَهٗ فَاَمَرَهُمْ اَنْ يُّحَوِّلْنَ اِلٰى هِنْدٍ بِنْتِ عَامِرٍ فَاُدْخِلْنَ اِلٰى هِنْدٍ بِنْتِ عَامِرٍ..... فَسَمِعَ دَاخِلَ الْقَصْرِ بُكَاءً وَّعَوِيْلًا وَّ وَيْلًا۔ ص۲۹۳)

ترجمہ: یزید کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے اپنے آنسو پونچھتا تھا۔ پس اس نے حکم دیا کہ ان کو میرے محل میں ہند بنت عامر کے پاس لے جاؤ۔ جب یہ اُن کے پاس پہنچائی گئیں تو داخل ہونے پر صدائے گریہ زاری بلند ہوئی جو باہر سنائی دیتی تھی۔

۴- صاحب ناسخ التواریخ نے ص۲۰۸ میں اور صاحب نہج البلاغہ نے ص۵۴ میں بھی کم و بیش اس ماتم کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام حسین رضؓ پر نوحہ و ماتم اور نالہ و شیون کا یہ پہلا دن تھا جو بحکم یزید خود اہل بیت یزید نے اہتمام سے کیا۔ پھر جب یزید نے چند اہل بیت حسین رضؓ کو بعزت و حرمت اپنے پاس شام میں رہنے یا مدینہ جانے کا اختیار دیا تو انہوں نے ماتم برپا کرنے کی اجازت چاہی جو دی گئی اور شام میں جس قدر قریش و بنو ہاشم تھے۔ سب شریک ماتم و نوحہ ہوئے۔ یہ گریہ زاری ایک ہفتہ تک جاری رہی۔ ازاں بعد یزید نے بآرام تمام ان کو جانب مدینہ روانہ کیا۔ (جلاء العیون ص۵۳ و منہج ص۳۳۵)

۵- شام میں یہ دوسرا ماتم تھا۔ جو امام حسین رضؓ پر باجازت یزید اہتمام سے ہوا۔ یزید کے بعد دوسرا شخص مختار ثقفی شیعہ تھا جس نے کوفہ میں سب سے پہلے خاص عاشورہ محرم کے

ان سنگدلوں نے امام حسین رضؓ
کی نعش مبارک کو
گھوڑوں کے سموں سے لتاڑا۔

لئے اس رسم بد کی بنا ڈالی۔ بلکہ اور اضافہ کیا۔ یہ شخص شیعہ بھی تھا اور دشمن اہل بیت بھی۔ جس کا مفصل ثبوت "رسالہ قاتلانِ حسین رضؓ" (مولانا عبدالمجید سوہدروی کی تصنیف) میں دیکھنا چاہئے۔ اس دشمن آلِ رسولؐ نے قبولیت عامہ حاصل کرنے کے لئے اعلانیہ کوفہ میں رسم ماتم عاشورہ ایجاد یزید جاری کیا اور بنام تابوت سکینہ جناب امیر رضؓ کی کرسی کی پرستش شروع کی۔ حالانکہ وہ کرسی جناب امیر رضؓ کی نہ تھی بلکہ طفیل بن جعدہ نے فروش کی دکان سے اٹھا کر اسی کام کے لئے اسے لا دی تھی۔ (ہدیہ مجیدیہ ترجمہ اثنا عشریہ ص۴۲۲)

۶- علامہ شہرستانی بھی لکھتے ہیں کہ وہ ایک پرانی کرسی تھی جس پر مختار نے ریشمی رومال چڑھا کر اور خوب آراستہ کر کے ظاہر کیا ہے۔ کہ یہ حضرت کے توشہ خانہ میں سے ہے جب کسی دشمن سے جنگ کرتا تو اس کو صفِ اول میں رکھ کر اہل لشکر سے کہتا۔ بڑھو، قتل کرو، فتح و نصرت تمہارے شامل حال ہے یہ تابوت سکینہ تمہارے درمیان مثل تابوت بنی اسرائیل ہے۔ اس میں سکینت ہے اور ہماری مدد کے لئے نازل ہو رہے ہیں۔ وغیرہ۔ (الملل والنحل مصری ص۱۳۲)

۷- تیسرا شخص معزالدولہ شیعہ ہے جس نے اٹھارھویں ذی الحجہ کو عید غدیر منانے کا حکم دیا۔ کہ لوگ غمِ حسین رضؓ میں دکانیں بند کر دیں، ہڑتال کریں۔ خرید و فروخت سے باز رہیں، سوگ کے کپڑے پہنیں، زور سے واویلا کریں۔ عورتیں بال کھولیں، منہ پر طمانچے ماریں، لوگوں نے اس کی تعمیل کی اور اہل سنت اس کی مخالفت پر قادر نہ تھے۔ کیونکہ شیعوں کا غلبہ تھا۔ جب ہجری ۳۵۲ھ

میں پھر ایسا ہی ہوا۔ تو اس پر شیعہ اور سنی میں بڑا فساد ہوا اور بہت لوٹ مار تک نوبت پہنچی۔ (تاریخ ابن خلدون جلد ۳ ص ۴۲۵ و تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۲۷۵)

۸۔ کامل ابن اثیر جلد ۸ میں بھی ہے کہ ۱۰ر محرم ۳۵۲ھ کو معزالدولہ نے عام حکم دیا کہ دکانیں بند ہو جائیں، بازار اور خرید و فروخت کا کام روک دیا جائے، لوگ نوحہ کریں، کمبل کا لباس پہنیں، عورتیں پراگندہ منہ اور گریباں چاک دوہتڑ مارتی ہوئی شہر کا چکر لگائیں ص ۱۹۷۔

۹۔ آنریبل سید امیر علی صاحب سپرٹ آف اسلام انگریزی میں لکھتے ہیں۔ بیادگار شہادت امام حسینؓ اور دیگر شہیدانِ کربلا یوم عاشورا کو ماتم کا دن مقرر کیا ہے ص ۱۹۷)

ایک اور شیعہ رقمطراز ہیں کہ :-

۱۰۔ معزالدولہ پہلا بادشاہ مذہب امامیہ پر تھا۔ جس نے بہ یوم عاشورہ بازار بند کرائے۔ نانبائیوں کو کھانا پکانے کی ممانعت کر دی۔ عورتیں سر کھولے ہوئے راستوں پر نکلیں اور ماتم حسینؓ کیا ۱۸ر ذی الحجہ کو عید غدیر مناتی وغیرہ۔ (دیکھو تلخیص مرقع کربلا ص ۷۹)

رسم ماتم عاشورہ کی یہ مختصر داستان ہے جو بحکم یزید اسی کے گھر سے شروع ہوئی۔ مختار اور معزالدولہ نے ترقی دی پھر شیعوں نے اس پر خوب خوب مذہبی رنگ چڑھایا۔ اب عشرہ محرم میں گھر گھر اسی کا جلوہ ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے :-

رسم ماتم بنا یزید نمود
ہر کہ آمد بر آں مزید نمود

تعزیہ

جو مختلف قطع وضع اور رنگ برنگ کے بنتے ہیں۔ مشہور یہ کیا گیا ہے کہ روضہ امام حسینؓ کی نقل ہے اس جگہ کا تو حال معلوم نہیں مگر ہندوستان میں ہر سال عشرہ محرم میں بڑے تزک و احتشام اور دھوم سے نکالا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عہد تیموری میں اس کی ابتدا یوں ہوئی، کہ بعض شیعہ بیگمات، شیعہ وزراء، شیعہ امراء، ایرانی الاصل اور شیعہ اہل لشکر ہند میں قیام اور سلطنت و جنگ کے انتظام وغیرہ کے باعث ہر سال کربلائے معلّی نہیں جا سکتے تھے جنہوں نے حسب عقیدہ شیعہ بغرض حصول ثواب روضہ امام حسینؓ کی نقل منگوا کر بجائے کربلا کے اس کی زیارت کرنا شروع کی۔ پھر جب شاہان اودھ کے دور میں تشیع نے زور پکڑا تو نقل روضہ امام اور ذوالجناح اور قاسم کی مہندی وغیرہ کا بھی رواج بڑھا۔ اس نے کم و بیش جلد یہ صورت اختیار کر لی۔ جو اب مروّج ہے۔ چنانچہ تلخیص مرقع کربلا کے شیعہ مصنف بھی فرماتے ہیں کہ جوہری صاحب طوفان البکا نے امیر جنود کا عراق میں آنا اور زیارت کربلا و نجف اشرف کرنا اور پیادہ چلنا اور وزراء کا پیادہ روی سے منع کرنا اور اس کا قرآن سے فال دیکھنا اور آیتہ "فاخلع نعلیک" کا نکلنا اور تبرکات لانا اور انفاذ تعزیہ داری خصوصاً ہندوستان میں مفصل لکھا ہے اور سب جانتے ہیں (ص ۸۲) حالانکہ یہ نقل روضہ امام تعزیہ کا کچھ اعتبار نہیں ہے در اصل روضہ امام بھی غیر معتبر ہے اور پھر یہ تعزیہ جس کی تاریخ امیر تیمور کے دور سے آگے نہیں چلتی بدعت تیموریہ نہیں تو اور کیا ہے۔ پس مسلمانوں کو عقل و ہوش سے کام لینا چاہئے اور اس قسم کی تمام بدعات سے مجتنب رہنا چاہئے۔

میاں عبدالرحمٰن، انارکلی لاہور

حضرت مولانا محمدؐ ابراہیم قدس سرہ

آخری لمحات

حضرت والد بزرگوار مولانا محمد ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ یکم نومبر ۱۹۷۵ء کو ایک دوست کے کام کی غرض سے کوئٹہ تشریف لے گئے۔ سوئے اتفاق وہاں پاؤں پھسلنے سے گر گئے اور ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اس کے بعد سے اپنی تاریخ وفات ۱۱ر فروری ۱۹۸۲ء تک وہ صحیح طور پر صحت یاب نہ ہو سکے۔ البتہ ایسا ہوا کہ کچھ عرصہ کے علاج کے بعد بیساکھیوں کے سہارے اور پھر چندے بعد لاٹھی کے سہارے چند قدم چلنے پھرنے کی ہمت ہو گئی —— آخری بیماری جو بالآخر ان کی موت کا سبب بنی اس کا حملہ ۲۲ر جنوری ۱۹۸۲ء بروز جمعہ ہوا۔ اگلے دن صبح میو ہسپتال داخل کرا دئے گئے —— ۲۲ر جنوری کو جب بیماری کا حملہ ہوا تو وہ اتنے نڈھال ہو گئے کہ جمعہ میں شریک نہ ہو سکے۔ رہائش کدہ پر اپنی نماز ادا کی لیکن مجھے جمعہ کی تیاری کی ہدایت و نصیحت کی۔ نماز جمعہ کے بعد حالت زیادہ بگڑ گئی تو مجھے جمعہ کی دعا کا ارشاد فرمایا اور یہ بھی کہا کہ آسمانوں پر میرے فیصلے ہو چکے ہیں میرے اکابر حضرت مدنی، حضرت لاہوری، حضرت تھانوی، مولانا رسول خان رحمہم اللہ تعالیٰ (مزید نام بھی لئے جواب یاد نہیں) مجھے بلا رہے ہیں۔ بس میرے ایمان پر خاتمہ کی دعا کرنا۔ اور میں نے تمہیں اپنی بیماری کے سبب بڑا پریشان کیا مجھے معاف کر دینا۔ اگلے دن وہ ہسپتال کے لئے تیار نہ تھے بار بار یہی فرماتے کہ جب آسمانوں پر میرے فیصلے ہو چکے ہیں تو فائدہ —؟ ہمارے اصرار پر بہرحال داخل ہو گئے۔ ہسپتال میں مختلف وقتوں میں شہر کے بزرگ اور احباب بیمار پرسی کے لئے آتے رہے۔ بعض اعزہ بھی آ گئے۔ لیکن مرحوم ابّا کا تقاضا بار بار یہی تھا کہ مجھے گھر لے جایا جائے۔ اس وجہ سے ایک آدھ مرتبہ ناراضی کا بھی اظہار کیا اور بعض قریبی احباب قاری مقبول الرحمٰن صاحب قریشی، مولانا عبدالحی صاحب اور مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی کو بھی یہی کہا کہ اسے (مجھے) کہو مجھے گھر لے جائے —— یہ حضرات تسلی دیتے تاہم ۲۹ر جنوری کو گھر جانے کا فیصلہ ہو ہی گیا۔ صبح ۹ بجے لاہور سے روانگی ہوئی احقر کے علاوہ قاری مقبول الرحمٰن صاحب، میاں شمس الدین صاحب، عزیزان عبدالحی اور غلام ربانی ہمراہ تھے —— مرحوم بار بار گھر جانے کا تقاضہ اس لئے کرتے کہ جہاں موت واقع ہو وہاں دفن ہونا ہی شریعت کی اصل روح ہے فرماتے کہ میری یہاں موت واقع ہو گئی اور پھر تم میری نعش لے گئے تو لوگ اعتراض کریں گے اور ان کا اعتراض حق بجانب ہوگا۔ ۲۹ر جنوری سفر ہوا تو یہ جمعہ کا دن تھا۔ رفقاء سفر نے جمعہ کی نماز گوجرخان ادا کی۔ مولانا سخت افسردہ تھے فرماتے کہ جمعہ کی نماز سے محروم ہو گیا۔ بہرحال انہیں تسلی دلائی گئی اور انہوں نے گاڑی میں تیمم کر کے نماز ادا کی۔ گاڑی

میں مختلف مواقع پر نصائح سے نوازتے رہے بالخصوص نماز کی بہت تلقین کی۔ سفر برابر جاری رہا۔ تا آنکہ عصر کی نماز حویلیاں کے قریب ادا کی تو مغرب سے متصل مانسہرہ۔ مولانا کا اصرار تھا کہ رات مانسہرہ گذاریں۔ اچانک رات کو گھر پہنچنا درست نہیں۔ پہلے سے اطلاع نہیں انہیں بھی پریشانی ہوگی تو تمہیں بھی —— سب تھکے ماندے ہو آرام میسر نہ آسکے گا —— بہرحال بصد مشکل منوا کر سفر جاری رکھا اور ڈاڈر پہنچ گئے۔ جہاں بہت بڑا ہسپتال ہے اور بڑا قابل، رحم دل اور صاحب مروت عملہ موجود ہے محترم ڈاکٹر عبدالرشید صاحب، ڈاکٹر عبدالشکور صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اور دوسرے حضرات تشریف لائے اصرار کے باوجود گاڑی سے باہر نہ نکلے برف باری ہو رہی تھی۔ فرماتے یہاں رکنا سب کے لئے زیادہ تکلیف کا باعث ہوگا اور ہسپتال میں داخلہ عبث ہے، کہ آسمان پر میرے فیصلے ہو چکے ہیں۔ جب باہر نکلنے پر آمادہ نہ ہوئے تو مجبوراً پلٹ کر معروف سیاسی کارکن جناب ہارون بادشاہ کے ڈیرے واقع سم ابنی منگ پہنچے۔ ہارون صاحب گو کر مسلم لیگ سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اکابر علماء دیوبند سے بڑا انس ہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں ان کی قربانیاں بہت ہیں۔ حضرت اقدس لاہوری اور حضرت امیر شریعت بھی ان کے ڈیرے پر قیام فرما چکے ہیں —— ہارون صاحب اور ان کے لڑکوں کے اصرار کے باوجود گاڑی سے باہر نہ نکلے۔ رات گاڑی میں گذاری حالانکہ سردی شدید تھی لیکن فرمایا۔ کہ جس بات پر میں ڈٹ جاتا ہوں۔ اس سے ٹلتا نہیں۔

اگلی صبح (۳۰ جنوری ۱۹۸۲ء)

۹ بجے واپسی ہسپتال میں ہوتی فوراً داخلہ ہو گیا۔ علیٰحدہ کمرہ تجویز ہوا ڈاکٹر عبدالرشید صاحب میڈیکل آفیسر، ڈاکٹر تاج محمود میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، ڈاکٹر عبدالشکور صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نے بڑی توجہ اور اہتمام سے علاج کیا دوسرے عملہ نے بھی بڑی محبت، خلوص اور جانفشانی کا مظاہرہ کیا۔ ۱۳ دن ڈاڈر ہسپتال میں رہے۔ بیمار پرسی کے لئے بہت لوگ آتے رہے۔ ہر شخص سے ایک ہی بات ہوتی :—

"میں نے بہت غلطیاں کیں مجھے معاف کر دینا، میرے خاتمہ بالخیر کی دعا کرنا۔ مجھے بچنا نہیں، آسمانوں پر میرے فیصلے ہو چکے ہیں —— یہ کہتے کہتے آواز رندھ جاتی اور سننے والا آبدیدہ ہو جاتا۔

روزانہ عجیب و غریب اشارات کرتے، اپنے والد صاحب مرحوم، حضرت مدنیؒ اور دوسرے اکابر کا اکثر ذکر کرتے کہ وہ تشریف لا رہے ہیں۔ مجھے بلا رہے ہیں — ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت الشاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کا بھی ذکر کیا اور فرمایا کہ ان کی داڑھی میں مجھے چار سفید بال نظر آ رہے ہیں، پھر زور سے قسم کھا کر فرماتے کہ یہ حضرات مجھے بلا رہے ہیں — پھر فرماتے ایمان کے ساتھ دنیا سے جانے والا کامیاب ہے —— ایمان بڑی نعمت ہے شدتِ غم سے روتے کہ ہچکیاں بندھ جاتیں عمر رفتہ پہ افسوس کرتے اور خاتمہ بالخیر کے لئے دعا کا ہر کسی سے بار بار تقاضہ کرتے —— لاہور میں بھی اور ڈاڈر میں کسی نرس سے انجکشن وغیرہ نہ لگوایا اور جب لاہور سے نکلے تو شدتِ غم سے رو کر فرمانے لگے افسوس سیّد علی ہجویری قدس سرہٗ کا شہر مجھ سے چھوٹ گیا —— یوم وفات سے ایک روز قبل نہ صرف مجھے بلکہ ہر کسی کو بار بار وصیت کی کہ میرا وقتِ آخر ہے —— کوئی غیر شرعی رسم از قسم تیجہ، چالیسواں وغیرہ نہ کرنا، قبر پکی نہ بنانا ۔ ورنہ معاف نہیں کروں گا ——

میری خوش قسمتی ہوگی اگر حضرت درخواستی یا مولانا عبیداللہ انور میرا جنازہ پڑھائیں۔ حالت یہ ہے کہ ایسا مشکل ہوگا اس لئے محترم سید غلام نبی شاہ صاحب آف بجوڑی جنازہ پڑھائیں — پھر شاہ صاحب کو بلا کر فرمایا کہ اپنی اولاد کے سامنے آپ کو وصیت کر رہا ہوں کہ میرا جنازہ آپ پڑھائیں —— وہ سخت متاثر ہوئے آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو سلامت رکھے۔ جنازہ کے قابل میں کہاں؟ بڑے بڑے اکابر موجود ہیں —— مولانا نے فرمایا کہ آپ کو یقین ہے کہ مجھے ہمیشہ رہنا ہے؟ جب جانا ہی ہے تو؟ —— دوسرے دن شاہ صاحب پھر تشریف لائے تو جنازہ کی یاد دہانی کرائی۔ —— وفات سے ایک دن قبل طبیعت غایت درجہ سنبھل گئی۔ گویا آخری سہارا تھا ڈاکٹر عبدالرشید صاحب اور مولانا عبدالحنان خطیب ڈاڈر کو خود فرمایا کہ الحمد للہ میری طبیعت آج بہت اچھی ہے —— بس میرے ایمان کی دعا کریں آپ نے بڑی خدمت کی میرے پاس کچھ نہیں ۔ اللہ تعالےٰ آپ کو بہترین اجر دے چندے بعد ڈاکٹر صاحب پھر تشریف لائے تو منہ پر کپڑا لے رکھا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے احتیاطاً تھوڑا ہاتھ ملایا تو فرمایا ڈاکٹر صاحب! سنت کے مطابق پورا ہاتھ ملائیں۔

۱۱ر فروری بروز جمعرات

انتقال ہوا ۱۰ کی رات شدت کی تکلیف ہوتی تو سب سے بار بار گھر لے جانے کا تقاضا کرتے رہے سخت تکلیف تھی تو بندہ کے علاوہ میاں الیاس، حافظ ولی الرحمٰن، حافظ غلام نبی، حافظ ضیاء الحق، حافظ محب الحق، مولانا غلام نبی قاضی احمد، برادر اصغر میاں غلام جیلانی وغیرہ سے فرمانے لگے کہ تمہیں قرآن پڑھایا ہے، علم دین پڑھایا ہے خاموشی کے لئے نہیں پڑھایا اب وقت ہے پڑھو تاکہ مجھے ایمان کی موت نصیب ہو۔ تمام لوگ رات بھر سورہ یٰسین پڑھتے رہے خود بھی تلاوت کرتے رہے اور فرماتے کہ قرآن سے راحت نصیب ہوتی ہے نیز بار بار خاتمہ بالخیر کی دعا کا فرماتے —— سحری تک سلسلہ تلاوت جاری رہا۔ صبح کی نماز کا وقت ہوا تو اشارہ سے نماز ادا کی ۔ اور ہم سب کو نماز کے لئے مسجد جانے کا حکم دیا۔ بندہ ناچیز کو بار بار یاد کرتے اور جب موجود ساتھی نے کہا کہ نماز کو گیا ہے تو ازحد خوش ہوئے۔ نماز کے بعد رفقاء نے پھر تلاوت شروع کر دی۔ مرحوم کا منہ خشک تھا لیکن تلاوت میں مشغول تھے کہنے لگے کہ تم نے نماز میں دعا کی الحمد للہ مجھے سکون ہے لیکن زبان خشک ہے تلاوت میں دشواری ہو رہی ہے مولانا عبدالمنان قہوہ لائے اور پلاتے رہے۔ پھر فرمایا۔ الحمد للہ! اب خشکی دور ہو گئی ہے بیٹھے لیٹے تنگ آ گیا ہوں دعا کرو اٹھ کر بیٹھ سکوں۔ اور نہیں تو کم از کم نماز بیٹھ کر پڑھ سکوں۔ پھر لٹانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد پھر کہنے لگے کہ اٹھا دو۔ میں اور دوسرے رفقاء، باری باری سہارا دے کر بٹھاتے رہے قریباً ۹ بجے فرمایا لٹا دو میں نے تمہیں بہت تکلیف دی میری طبیعت سخت بے چین تھی مجھے معاف کر دینا۔ جونہی لٹایا اپنے پاؤں خود سیدھے کئے، ہاتھ درست کئے اور چت لیٹ گئے آنکھیں کبھی بند کرتے کبھی کھولتے. جو ملتا اس کو ایمان کی سلامتی کی دعا کا کہتے۔ چہرہ پر غضب کا نکھار اور رونق تھی گویا تکلیف ندارد۔ پھر بالکل سیدھے ہو گئے اور منہ قبلہ کی طرف کر لیا۔ اس دوران مولانا عبدالمنان اور چچا جی نے ہم سب سے فرمایا۔ کہ اب کوئی یہاں سے جائے نہیں. ۱۱ بجے کے قریب انہی حضرات نے میرے متعلق پوچھا کہ اسے پہچان رہے ہیں؟ تو فرمایا "ہاں"۔ پھر

مولانا عبدالمنان نے پوچھا کہ وہ کیا کر رہا ہے؟ تو فرمایا —— "یاسین پڑھ رہا ہے۔ میں نے اسی لئے پڑھایا تھا۔ الحمد للہ، کمانا چاہتا تو انار کلی بڑی جگہ تھی لیکن . . . . اے اللہ اسے میرے ایمان و نجات کا ذریعہ بنا پھر خود یاسین شریف شروع کر دی۔ علیٰ صراط مستقیم پر پہنچ کر بار بار ابتدا سے شروع کرتے۔ بارہ بجے کے بعد مولانا عبدالمنان نے پھر میرے متعلق پوچھا تو اب محض سر ہلا کر جواب دیا۔ تب سب نے سورۂ یاسین شروع کر دی حتیٰ کہ خود مولانا نے بھی۔ سوا بارہ بجے میری طرف دیکھا سب سے السلام علیکم کہہ کر ہاتھ ملایا اور میری کمر پہ ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ مجھے معاف کر دینا۔ خدا حافظ۔ کلمہ شہادت پورا پڑھا بارہ بج کر بیس منٹ پہ روح پرواز کر گئی۔ تمام ڈاکٹر صاحبان اور عملہ موجود تھا۔ سب نے کہا بڑے بڑے مریض دیکھے لیکن یہاں معاملہ چیزے دیگر والا ہے۔

اتفاق ہے کہ آخری بیماری کا حملہ جمعہ کو ہوا، لاہور سے روانگی جمعہ کو ہوئی ڈاڈر ہسپتال میں داخلہ جمعہ کو ہوا وہاں بیماری میں اضافہ جمعہ کو اور تدفین بھی جمعہ کو ہوئی (۱۲ر فروری ۸۲ء)

غسل دینے والے حضرات کا کہنا ہے کہ کپڑے اتارنے میں مطلق تکلیف نہ ہوئی۔ ان حضرات میں چچا جان میاں غلام جیلانی، مولانا غلام نبی اور میرے بہنوئی مولانا شمس الحق سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات مردان شامل تھے۔ شاہ صاحب نے حسب وصیت جنازہ پڑھایا۔ جنازہ کی عجیب کیفیت تھی۔ ہزارہ کے وسیع و عریض علاقہ میں استاذ العلماء مولانا رسول خاں صاحب اور مجاہد حریت مولانا غلام غوث قدس سرہما کے علاوہ اخباری رپورٹ کے مطابق اس قسم کے جنازہ کی مثال نہیں ملتی۔ شاہ صاحب اور دوسرے حضرات کا کہنا ہے کہ صفیں درست ہو رہی تھیں تو ان گنت لوگ سفید کپڑوں میں ملبوس نظر آ رہے تھے جنہیں کبھی کسی نے دیکھا نہیں تھا خاندانی قبرستان تو بالاکوٹ میں ہے لیکن چونکہ اب خاندان یہاں منتقل ہو چکا ہے اس لیے اب تدفین یہاں اس احاطہ میں ہوئی جو گھر کے قریب ہی واقع ہے۔ اس میں اب چوتھی قبر مرحوم کی بنی ہے آپ سے پہلے مولانا کی والدہ محترمہ (ہماری دادی صاحبہ) میری والدہ محترمہ اور مولانا کی بھتیجی کی قبریں ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ہزاروں جنازہ میں آئے
ہزاروں بعد میں تعزیت کے لئے!

خطوط کا حساب نہیں۔ جگہ جگہ تعزیتی جلسے ہوئے۔ جن میں سے ایک جلسہ بالاکوٹ کی رپورٹ خدام الدین میں شائع ہو چکی ہے۔

آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

ضروری وضاحت

گذشتہ شمارہ میں بعض تاریخوں کے اندراج میں گڑبڑ ہو گئی جن کی اصلاح کر لی جائے۔

★ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر حملہ ۲۶ر ذوالحجہ کو ہوا انتقال یکم محرم کو۔

★ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالےٰ کے وقت قادیانی فتنہ نہ تھا۔ جس صدی کی ابتداء میں حضرت قاضی صاحب کا انتقال ہوا اس کے آخر میں مرزا صاحب نے پر پرزے نکالے۔ ان کا مقابلہ جن بزرگوں نے کیا ان میں امرتسر کے مشہور عالم مولانا ثناء اللہ فاضل دیوبند بھی ہیں —— نام کی یکسانیت گڑبڑ کا باعث بنی ہماری معذرت قبول کریں۔ (ادارہ)

بنام ایڈیٹر

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد
اور
ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

محترمی! سلام مسنون

ہفت روزہ خدام الدین لاہور کی اشاعت مجریہ ۲۰ر ستمبر ۱۹۸۰ء میں گویا دو برس قبل محترم ابوسلمان صاحب شاہجہان پوری کا ایک طویل خط شائع ہوا تھا جس میں ماہنامہ "میثاق" لاہور کی اشاعت مئی ۸۰ء میں شائع شدہ ایک مقالہ پر گرفت کی گئی تھی۔

"میثاق" جیسا کہ آپ جانتے ہیں مولانا امین احسن اصلاحی کا پرچہ تھا بعد میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے تصرف میں آ گیا مئی ۸۰ء کے شمارہ میں جو مضمون شائع ہوا تھا۔ وہ ڈاکٹر صاحب کا ہی تھا۔ اور اس میں انہوں نے مولانا آزاد خلد آشیانی کے متعلق ایسی باتیں لکھی تھیں جن کا حقائق سے دور کا واسطہ نہ تھا بلکہ اللہ معاف کرے اور بدگمانی سے بچائے۔ شاید اس طرح ڈاکٹر صاحب ماضی میں جس جماعت سے وابستہ تھے اس جماعت کے پھیلائے ہوئے زہر کو انہوں نے ایک نئے انداز سے قوم کے حلق سے اتارنے کی کوشش کی تھی —— ابوسلمان صاحب شاہجہان پوری جو مولانا آزاد کی شخصیت، کردار اور ان کے علوم و معارف پر گہری نظر رکھنے والے بزرگ ہیں، بڑی صراحت و وضاحت کے ساتھ مولانا کی قرآنی خدمات کا ذکر کیا اور ڈاکٹر صاحب کے علی الرغم یہ ثابت کیا کہ موصوف کا کلام الٰہی سے تعلق کسی بھی دور میں منقطع نہیں ہوا۔ اور وہ اوّل آخر مسلمانوں کی فلاح اس کلام مبارک پر عمل میں سمجھتے تھے۔ اللہ ادارہ خدام الدین کا بھلا کرے جس نے یہ مقالہ چھاپ کر ڈاکٹر صاحب کے زہر کا تریاق فراہم کیا ورنہ اخلاقیات کا تقاضا یہ تھا کہ یہ مقالہ جواب آں غزل کے طور پر ڈاکٹر صاحب میثاق میں چھاپتے —— بہرحال خوشی کی بات تھی کہ ڈاکٹر صاحب نے تلافی مافات کی غرض سے محترم ابوسلمان صاحب سے رابطہ کر کے اپنے ادارہ و اکادمی کی سالانہ محفل میں انہیں بلایا۔ میں بہت دور ہونے کے باوجود ماڈل ٹاؤن لاہور پہنچا اور ابوسلمان کا مقالہ سنا۔ ڈاکٹر صاحب اور ان کے متعلقین نے جس طرح کے اعلان کئے اور اس مقالہ کی تحسین کی اس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ موصوف کا ذہن صاف ہو گیا ہے لیکن ع

"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"

ہوا یہ کہ "حکمت قرآن" نامی ماہنامہ جو ڈاکٹر محمد رفیع الدین صاحب کا جاری کردہ تھا اور جسے اب ڈاکٹر صاحب نے لے لیا ہے کے جولائی اگست ۱۹۸۲ء کے شمارہ میں ماہنامہ میثاق کی پرانی تحریرات کا ایک کشکول چھپا ہے جس میں چار مضامین اور ایک ضمیمہ ہے۔ ایک مضمون میں پھر وہی راگ چھیڑا گیا ہے جس کا جواب ۲ سال قبل محترم ابوسلمان صاحب دے چکے ہیں —— افسوس کہ ڈاکٹر صاحب اپنے ممدوح خاص جناب مودودی صاحب کی طرح بڑوں اور پہلوں کے متعلق "دستاویزات جرائم" بڑی چابکدستی

سے تیار کر رہے ہیں اور یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ان کا کام ہی غلطی سے منزہ ہے اور یہ کہ پہلوں نے اور خاص طور پر مولانا آزاد نے جو جرائم کئے تھے ان سے بچ بچا کر اب سفر ہو رہا ہے اور جرم و گناہ کا ہر سوراخ بند کر دیا گیا ہے ——— ہمیں ڈاکٹر صاحب سے کوئی گلہ نہیں غالباً وہ اپنی افتادِ طبع سے مجبور ہیں لیکن آپ جیسے "ابوالکلامیوں" سے ضرور شکوہ ہے کہ آپ نے ان کا نوٹس تک نہیں لیا۔ ضرورت ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے افکار کا نوٹس لیا جائے اور انہیں حقائق سے آگاہ کیا جائے۔

امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

والسلام

فقیر حقیر نسیم

محلہ گلشن آباد راولپنڈی

ازادارہ

جناب نسیم صاحب مکرم

سلام مسنون

"حکمت قرآن" کے جس شمارہ کا آپ نے ذکر کیا وہ ہماری نظروں سے نہ گذرا تھا۔ ہزارہ کے ایک مخلص بزرگ کے توجہ دلانے پر حاصل کیا پڑھ کر آپ کی طرح ہمیں بھی شدید صدمہ ہوا۔ گذشتہ کچھ عرصہ میں ڈاکٹر صاحب کے خلاف جو ہنگامہ آرائی کا سلسلہ جاری ہے اور جس میں بعض فرقہ پرست جماعتوں کا بڑا دخل ہے، ان کے سبب دل میں ان کے لئے ہمدردی کے جذبات پیدا ہو گئے تھے اور اس کی وجہ محض ان کی قرآنی خدمت تھی لیکن سالہا سال پہلے کے اپنے ہی مضامین کو بار بار چھاپنا عجیب سی بات ہے اور پھر اس مظلوم انسان کے ساتھ انتہائی زیادتی۔ جس نے اپنا سب کچھ امت مسلمہ کی بہتری کے لئے قربان کر دیا ———

ہم فی الوقت اپنے قارئین سے اتنی ہی درخواست کریں گے کہ وہ نسیم صاحب کی طرح ۲۰ ستمبر ۱۹۸۰ء کا "خدام الدین" دیکھ لیں اس میں جناب شاہجہانپوری صاحب کا مضمون انشاء اللہ تعالیٰ اس زہر کا مؤثر علاج ثابت ہوگا اور جناب ڈاکٹر صاحب سے یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ وہ ان مباحث کو چھیڑ کر نئے محاذ کھولنے سے گریز کریں تو خود ان کے مشن کے لئے بہتر ہوگا ——— ابوالکلامؒ کے اتنے مداح یہاں ہیں جو محض عقیدت مندی کے جذبہ سے نہیں حقائق کی روشنی میں بات کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں اور اگر کسی کو اتنا ہی شوق ہے تو وہ حقائق کی روشنی میں ثابت کرے کہ ابوالکلام گاندھی یا کسی کے فلسفہ سے متاثر ہو گئے تھے۔ کسی نئے قلمکار کی بات کا کوئی وزن نہیں ——— اگر کوئی یہ کہے کہ مولانا مدنی چلو عالم تو تھے لیکن ابوالکلام نہ دنیا سے واقف تھے نہ دین ہے ——— جیسا کہ نوائے وقت کی ایک حالیہ اشاعت میں ایک یونیورسٹی استاذ نے لکھا تو یہ بچگانہ حرکت ہے جس سے ابوالکلام کی عظمت میں فرق نہیں پڑتا ——— امید کہ ہماری یہ مختصر معروضات کافی ہوں گی۔

بقیہ : اداریہ

اسلام پوری انسانی برادری کے ساتھ مہر و محبت کے جذبات کی تلقین کرتا ہے حتیٰ کہ حیوانات تک کے متعلق یہ تعلیم دیتا ہے کہ انہیں بھی اللہ کی مخلوق سمجھ کر اپنے شایانِ شان ان سے سلوک کرو۔

انسانیت کے ان دوست نما دشمنوں کے مراکز میں کوئی جا کر دیکھے کہ وہاں کیا ہوتا ہے اور اپنے سوا ہر کسی کو کس طرح گردن زدنی تصور کیا جاتا ہے ———؟

بہر حال برادرانِ اہلسنت میں اگر اپنے مسلک کے لئے کوئی بھی غیرت کی رمق باقی ہے تو انہیں سوچنا چاہیئے کہ ان منزور لوگوں کو کیسے راہ ہدایت پر لایا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ امت اسلامیہ کو اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کی

ایڈیٹر کے قلم سے

ماہ محرم اور چند گذارشات

○ سن ہجری کا پہلا مہینہ، حرمت والے چار مہینوں میں سے ایک ہے

○ اس کی دسویں تاریخ جس کو یوم عاشورا کہتے ہیں بڑا مبارک دن ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے دس انبیاء علیہم السلام پر خصوصی انعامات فرمائے جن کی تفصیل بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری میں علامہ عینی قدس سرہٗ نے لکھی۔ اس کے مطابق

○ ۱۔ آدم علیہ السلام کی توبہ، ۲۔ نوح علیہ السلام کی کشتی کا بحفاظت جودی پہاڑ پر رُکنا (۳) نمرودی ظلم سے ابراہیم علیہ کا سلامتی سے بچنا۔ ۴۔ داؤد علیہ السلام کی توبہ (۵) یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے نجات پانا (۶) موسیٰ علیہ السلام کی نجات اور فرعون کا غرق ہونا (۷) یوسف علیہ السلام کے مصائب کا خاتمہ (۸) ایوب علیہ السلام کا غسل صحت (۹) عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمانوں پر اٹھایا جانا اور (۱۰) حضرت نبی کریم علیہ السلام کو سورۂ فتح میں موجود وعدہ مغفرت کی بشارت۔

○ حضور علیہ السلام نے نہ صرف اس دن روزہ رکھا بلکہ یہودیوں سے تمیز کی غرض سے ایک دن کا روزہ مزید ساتھ بڑھانے کی خواہش فرمائی

○ نیز ارشاد فرمایا اس دن جو شخص کھانے پینے میں اپنے اہل و عیال پر وسعت کرے گا سارا سال اللہ تعالیٰ اس کی روزی میں برکت دیں گے۔

○ اس مہینہ کی یکم تاریخ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا سے اٹھے تو ۱۰ کو حضرت حسینؓ! امت کے ان محسنوں کی بارگاہ میں ایصال ثواب کا ہدیہ امت کے اہل دل کا معمول رہا اور ہے۔

○ بعض وجوہ سے ان ایام میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد اطہار کے متعلق فضائل و کمالات کا بہت ذکر ہوتا ہے۔ حالانکہ اہل سنت کے محقق علماء صحیح روایات کے ساتھ بھی شہادت نامے پڑھنے کو پسند نہیں کرتے کہ اس میں غیروں کے ساتھ تشبہ ہے۔

(دیکھیں فتاویٰ رشیدیہ)

○ برادرانِ اہلسنت کو چاہیئے کہ وہ اس بات کا لحاظ رکھیں کہ قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں حقیقی اہل بیت آپ کی ازواج مطہرات ہیں (سورۂ احزاب) بارگاہ نبوی کے جملہ حاضر باش حضرات قطع نظر اس کے کہ وہ خونی رشتے رکھتے ہیں یا نہیں سب ہمارے لئے واجب الاحترام ہیں اور جنہیں خونی رشتہ کی عزت حاصل ہے اسے کا اعزاز مسلّم۔

○ حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر صاحب تقویٰ و صلاح مسلمان میری آل میں سے ہے۔

○ حضور علیہ السلام کی چار صاحبزادیوں میں سے سب سے بڑی حضرت زینب ہیں جن کا نکاح حضرت ابوالعاص سے ہوا رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ان کے صاحبزادے حضرت علیؓ حضور علیہ السلام کے اتنے لاڈلے تھے کہ سفر فتح مکہ میں آپ کی سواری پر آپ کے ساتھ سوار تھے۔

(اسد الغابہ ص۱۴، ج ۴)

یہ جنگ یرموک میں ۱۸ برس کی عمر میں شہید ہوتے۔ ان کی ہمشیرہ حضرت امامہ کا نکاح اپنی خالہ حضرت فاطمہ کے بعد ان کی وصیت کے مطابق حضرت علی مرتضیٰ سے ہوا۔

دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ تھیں جن کا نکاح حضرت عثمانؓ سے ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ان سے حضرت عبداللہ پیدا ہوئے، جو شاہانِ بدخشاں کے جدِ اعلیٰ تھے اور سادات بنی رقیہ اب بھی موجود ہیں

حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد حضرت ام کلثومؓ تیسری صاحبزادی کا نکاح بھی حضرت عثمانؓ سے ہوا لیکن اولاد نہ ہوئی —— حضرت فاطمہؓ کا نکاح جناب علی مرتضیٰ سے ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما —

علاوہ جناب حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت زینب، حضرت ام کلثوم اور حضرت رقیہ تینوں صاحبزادیاں تھیں گویا حضرت فاطمہؓ نے اپنی تینوں بچیوں کا نام اپنی پیاری بہنوں کے نام پر رکھا۔ تیسری

حضرت رقیہ چھوٹی عمر میں انتقال کر گئیں۔ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت فاروق اعظمؓ سے ہوا۔

یہ تفصیلات بڑی اہم ہیں جن کا جاننا ضروری ہے — اللہ تعالیٰ افراط و تفریط سے بچائے۔

ہمارے موجودہ نظام تعلیم کا ایک نمایاں اور قابل توجہ پہلو اس کے "امتحانات" ہیں۔ دو تین گھنٹوں میں کسی طالبعلم کی قابلیت کا اور ذہنی صلاحیتوں کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ بقول کسے امتحان میں کامیابی حاصل کرنا ایک فن ہے، جس کا قابلیت سے کم تعلق ہے۔ امتحانات میں کامیابی کے لئے طالب علموں کی جس طرح توانائیاں صرف ہوتی ہیں۔ اور عمر کا بیشتر حصہ جو اِن ہی مراحل کی نذر ہو جاتا ہے۔ اکبرؔ کو اس کا شدید احساس ہے۔ کہتے ہیں ؎

بہارِ عمر گزری سالہائے امتحانی میں
ہمیں تو پاس ہی کی فکر نے پیسا جوانی میں

پھر آگے ملاحظہ ہو : ؎

فیض کالج سے جوانی رہ گئی بالائے طاق
امتحاں پیشِ نظر اور عاشقی بالائے طاق

طلبہ کو امتیازی کامیابی کے لئے جس طرح حافظہ پر نادا جبی بار ڈالنا پڑتا ہے۔ اس کے متعلق اکبرؔ نے جو کچھ کہا ہے، اُسے ہم فنی طور پر ان کے بہترین سرمایۂ (شعر) میں شامل کر سکتے ہیں۔ کہتے ہیں : ؎

پری کی زلف میں اُلجھا نہ ریشِ واعظ میں
دل غریب ہوا لقمہ امتحانوں کا
وہ حافظہ جو مناسب تھا ایشیا کے لئے
خزانہ بن گیا یورپ کی داستانوں کا

درسِ ادیب اگر بود زمزمۂ محبتے
جمعہ بہ مکتب آورد طفلِ گریزپائے را

اسی لئے کہتے ہیں کہ اُستاد، ع
"اُستاد ہو مگر استاد جی نہ ہو"

مدرس کا کام شفقت سے پڑھانا ہے۔ چمڑی اُڑانا نہیں، میڈم مانٹی سوری کا نظریہ ہے کہ استاد فکر و محبت سے تعلیم دے۔ زود کوب جیسے مُضر اور مذموم ذریعہ کا تو خیال ہی نہ کرے۔ اکبرؔ بھی یہی کہتے ہیں کہ جسمانی سزا، بچے کے حق میں مفید ہونے کے بجائے مضر ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اساتذہ سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ جسمانی سزا دینے سے حذر کریں"۔

فرماتے ہیں :

یہ اتنی گوشمالی طفلِ مکتب کی نہیں اچھی
زباں تو بیشک آتی ہے ولیکن کان جاتا ہے

طبی مشورے

براہ راست جواب کے خواہش مند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

خشک کھانسی

س : بندہ کی عمر ۳۷ برس ہے۔ صحت بہت اچھی ہے۔ نیند اور بھوک کا نظام بھی الحمد للہ درست ہے۔ قبض بھی نہیں ہے۔ لیکن عرصہ ۶ سال سے بندہ کو خشک کھانسی ہے بلغم وغیرہ بالکل نہیں۔ گلا صاف نہیں رہتا۔ رات آرام سے گزرتی ہے۔ صبح اٹھتے ہی کھانسی شروع ہو جاتی ہے اور آدھ گھنٹہ زور رہتا ہے۔ اسی طرح دوپہر کے کھانے کے بعد اور شام کھانے کے بعد زور ہو جاتا ہے۔ معمولی کھانسی دن بھر رہتی ہے۔ بڑے علاج کرائے۔ ایکسرے اور ٹیسٹنگ کرائی ہے کوئی آرام نہیں براہ کرم معقول اور زود اثر مجرب نسخہ تحریر فرمائیں۔

حاجی محمد صدیق معرفت

اللہ مالک بیکری پنڈ دادنخاں

عثمانیہ بازار ضلع جہلم۔

ج : آپ صبح و شام گودہ املتاس کو پانی میں حل کر کے اس کے غرغرے کریں۔ نیز دن میں تین مرتبہ صبح دوپہر شام لعوق خیار ۶ ماشہ، لعوق سپستان ۶ ماشہ دونوں ملا کر کھایا کریں۔ انشاء اللہ جلد صحت ہوگی۔

نزلہ، نمونیہ، کھانسی

س : دس بارہ برس پہلے مجھے نزلہ تھا اس کے بعد نمونیہ ہو گیا۔ ڈاکٹری علاج سے نمونیہ ٹھیک ہو گیا نیز نزلہ گرنا شروع ہو گیا دیسی علاج سے نزلہ قدرے ٹھیک ہوا۔ اب صرف کھانسی ہے۔ روزانہ صبح کے وقت کھانسی شروع ہو جاتی ہے۔ دن بھر ٹھیک رہتی ہے بلغم نکلتی ہے عمر ۲۶ سال اور غیر شادی شدہ ہوں۔

کلثوم صدیقی، ڈبہ ٹیک سنگھ

ج۔ ملٹھی سالم لے کر اس کے چھلکے اتار کر باریک پیس لیں روزانہ رات سوتے وقت یہ سفوف ایک تولہ پانی کے ساتھ کھایا کریں انشاء اللہ صحت ہوگی

منہ کی جلن اور خشکی

س : میری عمر ۳۷ سال ہے تین سال سے منہ میں تکلیف ہے۔ کھانے اور چائے کے بعد جلن اور منہ خشک ہو جاتا ہے۔ منہ کسیلا بھی رہتا ہے۔ لاہور کے تمام مشہور دوا خانے، ڈاکٹر ہسپتال وغیرہ کا علاج کیا لیکن مرض نہیں جاتا۔

محمد اشفاق علی ناصر

۲۲، الیف ماڈل ٹاؤن لاہور

ج : خشکی اور جلن کے لئے آپ نیلوفر میں بیدانہ بھگو کر لعاب نکالیں اور چینی ملا کر منہ میں رکھیں یا لعاب اسبغول کی کلیاں کریں۔

کسیلا پن صفرا کی زیادتی کی علامت ہے اس کے لئے املی یا لیموں کے پانی کے غرغرے کریں۔ آلو بخارا ۴ دانہ، املی ۲ تولہ پاؤ بھر پانی میں بھگو دیں اور صبح یہ پانی پیا کریں۔ منہ میں چھالے ہیں تو طباشیر کول ڈوڈے اور کتھہ سفید باریک پیس کر منہ میں چھڑکیں۔ اس مرض کا سبب خرابی معدہ بھی ہے اس لئے زنجبیل ریوند چینی اور کھانے کا سوڈا ہموزن باریک پیس لیں اور صبح و شام ایک ایک ماشہ پانی کے ساتھ کھائیں۔

منظور شدہ محکمہ تعلیم ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۲۱ ۱۶۳۳ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۹/۶۷-۲۰۷۶-۹ D.D.9 مورخہ ۳۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.۴۴/۸۰-۱۵۴۱۰ ۳ مارچ ۶۷ء

"حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رح سے اس دورِ آخر
میں جتنا فیض دنیا کو پہنچا اس کی مثال نہیں ملتی"۔

— مولانا عبیداللہ انور

اس نادرۂ روزگار شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرنے اور اس کی علمی، روحانی، تصنیفی اور جماعتی خدمات کے بھرپور اظہار کے لئے امام لاہوری رح کی یادگار

خدام الدین کا خصوصی نمبر

طے ہو چکا ہے

اپنی سابقہ روایات کے مطابق اس یادگاری نمبر کی تفصیلات کا عنقریب اعلان ہوگا۔ آپ سے درخواست ہے کہ حضرت شیخ کی کوئی تحریر، کوئی مکتوب، ان کے متعلق کوئی مضمون، مقالہ، کسی اپنے یا بیگانے کا کوئی قول جو آپ کے علم میں ہو اس سے اولین فرصت میں مطلع کریں اور اس معاملہ میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔

ہمارے دوست مولانا احمد عبدالرحمٰن صدیقی نوشہروی کے توسط سے انڈیا کے متعدد بزرگوں نے وعدے فرمالئے ہیں۔

المعلن

ناظم ہفت روزہ خدام الدین لاہور